

میرتھیہ

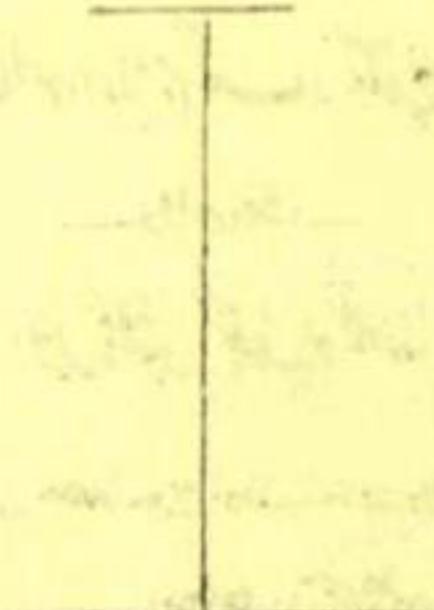
میری میر

حالات زندگی

— اور —

اختیاب کلام

از



امیر حسن نور آنی

— تعارف —

میر لقیٰ سیمر

حالات زندگی (زور) انتخاب کلام

مرتبہ ایمین فورانی

سن طباعت ۱۹۵۷ء

تعداد انتسابت دلہزار

قیمت دس آنہ

— ناشیہ —

دراچہ، رام کمار بکٹ پو

— وارث —

نوں کشور بکٹ پو لکھنؤ

جملہ حقوق طباعت و انتسابت

نام راجہ، رام کمار بکٹ یونیورسٹی

فہرست عنوانات کتاب

عنوانات	نمبر صفحہ
اشارات	۳
نام و نسب	۵
تیر کے والد	۶
تیر کی ولادت اور تربیت	۷
حُلیہ اور لباس	۸
عادات و اطوار	۹
تیر دہی میں	۱۰
لکھنؤ کا سفر	۱۲
تیر قی تیر کا زمانہ	۱۳
وفات	۱۴
تیر کی شاعری	۱۶
خصوصیات شاعری	۱۷
تیر دوسرول کی نظر میں	۱۹
انتخاب کلام تیر	۲۱
غزوں کے منتخب اشعار	۲۳

اشارات

پیش نظر نیاب اردو شاعروں کے تعارفی سلسلہ کی ایک گڑی ہے جس میں میر قفقی میسر کا اجمالی تعارف اور ان کے کلام کا مختصر انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ اس لئے شروع کیا گیا ہے کہ جو اہل ذوق شعراً اردو "کام طالعہ" کرنا چاہیں ان کی رہنمائی ہو سکے خصوصاً وہ لوگ جو اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث تاریخ ادب اردو اور شعراً کے داداں و کلیات پڑھنے کے لئے وقت نہیں نکال سکتے اور یہ تو جانتے ہیں کہ میر، مون، فاٹب، دخیرہ اور دد کے بڑے شاعر تھے لیکن ان کی غلطت کے اب اب کیا تھے ان کی شاعرانہ خوبیاں کیا تھیں؟ یہ نہیں جانتے یہ سلسلہ ان طلباء و طالبات کے لئے بھی مفید ثابت ہو گا جن کے نصاب میں اردو کے بلند پایہ شاعروں کا خصوصی مطالعہ "بھی شامل ہے۔

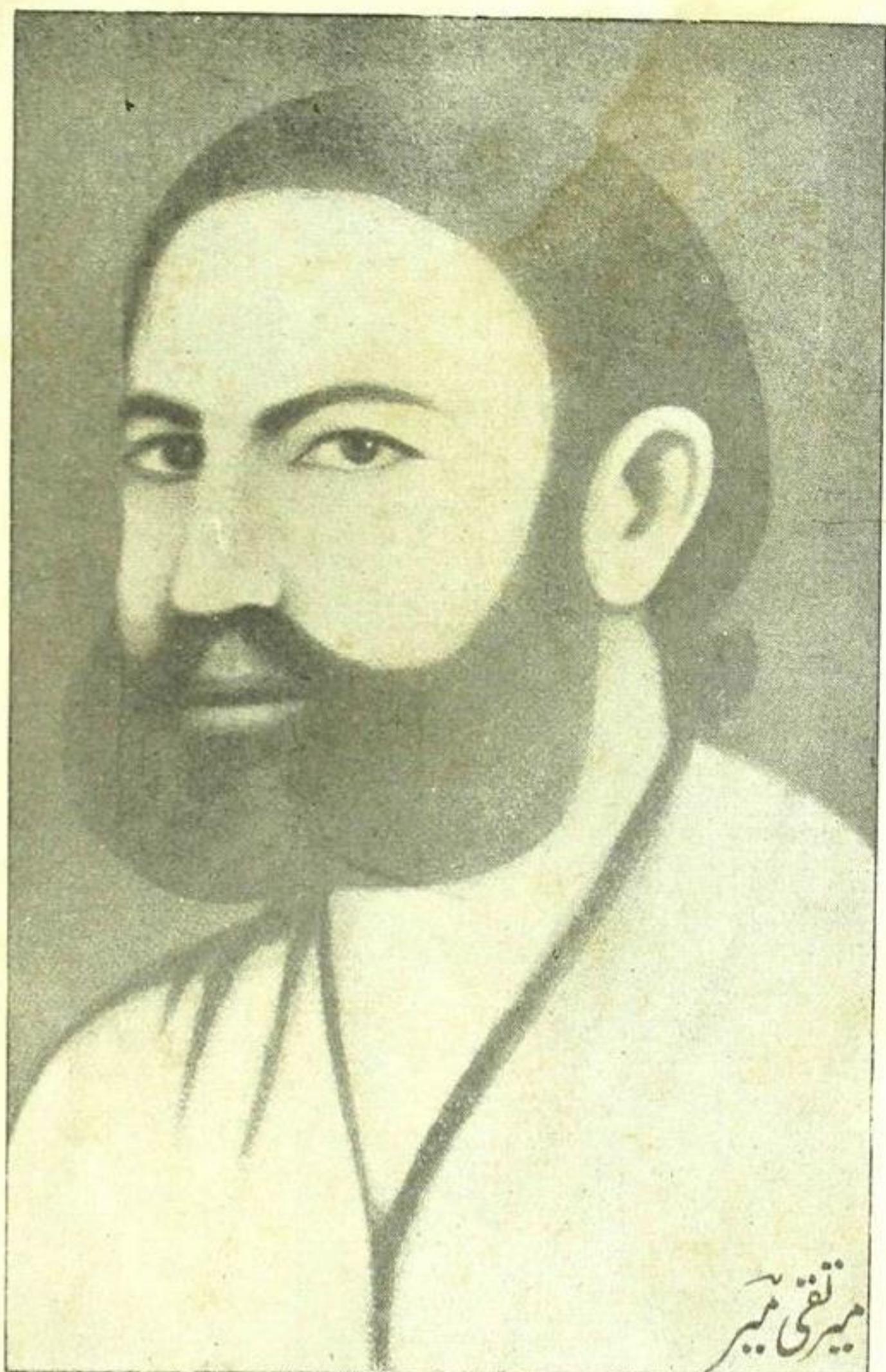
حالات کے ضمن میں اختصار کے باوجود کوئی اہم بات نظر انداز نہیں کی گئی انتخابات میں عام فهم آسان اشعار کو ترجیح دی ہے اس سلسلہ میں جن شعراً کا انتخاب کیا گیا ہے ان میں میر، فاٹب، مون، نظیر، حافظ، اقبال، اجبر، چکست قابل ذکر ہیں۔

اکثر ہندی دال اہل ذوق اردو شعراً کے حالات اور کلام سے واقفیت کے خواہشمند رہتے ہیں ان کی ضرورت کا احساس کر کے اس سلسلہ کو ہندی زبان میں بھی پیش کیا جا رہا ہے، حالات آسان ہندی میں اور انتخاب کلام ہندی اسکم الخط میں ہے اسید ہے ادبی حلقوں میں میری اس ناچیز کوشش کو پسند کیا جائے گا۔

امیر حسن نو تراثی

۲۰ اپریل ۱۹۵۴ء
لکھنؤ

۶



میرزا تفیق میرزاب

میر میر

نام و نسب

نام میر محمد تقی اور خلص میر تھا انھوں نے ذکر میر کے نام سے اپنی سوانح عمری خود لکھی ہے جس میں اپنے خاندانی حالات اس طرح بیان کیے ہیں:-

«میرے بزرگ زمانہ کی نام و اوقات کے باعث اپنے قبیلہ کے ساتھ
حجاز (عرب) سے چل کر دکن کی سرحد میں پہنچے، راسٹہ میں بہت
تکلیفیں اور صیبیتیں آئیں، وہاں سے احمد آباد، گجرات آئے۔
بعض وہیں رہ گئے اور بعض روزی کی تلاش میں آگے بڑھے میرے
پرداد نے اکبر آباد (اگرہ) میں سکونت اختیار کی مگر وہاں کی آب و
ہوا موافق نہ آئی اور بیمار پڑ گئے اور اسی بیماری میں دُنیا سے خست
ہو گئے (انھوں نے) ایک لاکھاں چھوڑا جو میرے دادا تھے، انھوں نے
معاش کی تلاش میں دوڑ دھوپ کی اور بہت تکلیفوں کے بعد انکو
اکبر آباد کی فوجداری کا خبرہ ملا۔

ان کے دو بیٹے تھے بڑے بیٹے کو خالل و مانع (ایک بیماری)
تھا اور وہ جوانی میں مر گئے، چھوٹے بیٹے نے جو سبیے والد تھے دروشا نام
زندگی اختیار کی اور دُنیا سے کفارہ کوش لئے ہو گئے۔

میر کے والد۔

میر کے والد کا نام بعض تذکرہ نگاروں نے علی متفقی لکھا ہے اور بعض نے محمد علی اور عبد اللہ، اس سلسلہ میں "میر ترقی میر کی حیات اور شاعری" میں یوں لکھا ہے:-
"ارباب تذکرہ میر کے والد کے نام اختلاف رکھتے ہیں۔ سعادت خاں
ناصر، عبد الحسین" (گل رغنا، محمد سین آزاد (مصنف آب حیات) اور
بلوم ہارٹ (نہرست ہندوستانی مخطوطات انڈیا افس) ان کے والد
کا نام میر عبد اللہ لکھتے ہیں۔ گلز ار ابراہیمی میں بھی یہی لکھا ہے۔ تیس
محمد متفقی مانا ہے۔ اور سر شاہ سلیمان نے میر محمد علی نام اور علی متفقی لقب
یا عرن قرار دیا ہے؟"

ڈاکٹر عبد الحق نے اصلی نام علی متفقی تسلیم کیا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں
ہے ذکر میر میں صاف لکھا ہے کہ:-

ایک نیک اور عاشق پیشہ جوان تھے۔ دل میں سوز اگر بی عنشق
رکھتے تھے۔ علی متفقی کے خطاب سے ممتاز تھے۔

ذکر میر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ میر کے والد کا نام محمد علی تھا اور
لوگ انہیں ریاضت اور تقویٰ کی وجہ سے متقد کرنے لگے تھے۔

میر ترقی میر نے اپنے والد کے حالات ذکر میر میں لکھے ہیں۔ بعض تذکروں میں بھی ان کے
حالات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک در دشمنش آدمی تھے۔ زیادہ وقت
عبادت و ریاضت میں بس کر کے تھے۔ ابتداء میں انہوں نے شاہ کلبیم اللہ اکبر آبادی سے

اسلامی علوم کی تعلیم حاصل کی پھر اخپیں کے فیضِ صحبت سے استفادہ کیا۔ بہت خوش اخلاق نیک دل اور عبادت گزار تھے۔ شکل و صورت کے اچھے تھے۔ چہرے سے فور برداشتہ۔ لوگوں سے ملنے جلتے بہت کم تھے۔ تیر کو بھی اکثر نصیحت کرتے رہتے تھے کہ: «بیٹاؤ نیا سے دل نہ لگانا۔ عشقِ خدا اختیار کرو۔ آخرت کی فکر رکھو، صرف خدا سے لوگاؤ۔» دوہ خود بھی خوب خدا سے اکثر رو تے تھے۔ لوگوں کو ان سے بڑی حقیقتیت بھی۔ بڑے بڑے رمیس اور ایران سے ملنے کے خواہشمند رہتے تھے لہر یہ دور بجا گئے تھے۔ مریدوں اور عقیدت مندوں کی تعداد اچھی طاصی بھی۔ ان کی تحریت دو دو رہا۔ پھوپھی اخپولنے اپنے بیٹے میر تقی میر کو بھی ہمینہ نصیحت کی کہ زیادہ وقت خدا کی یاد میں صرف کرو اور دنیا کے معاملات سے اپنے کو عالمیہ رکھو۔

تیر کے بیان کے مطابق ان کے والد کا دسمبر ۱۳۲۶ء میں انتقال ہوا۔

تیر کی ولادت اور تربیت۔

میر محمد تقی تیر۔ ۱۳۲۱ء مطابق ۱۹۰۴ھ کو مقامِ اکابر زبان داگرہ پیدا ہوئے۔ اس سال کی عمر میں پڑھنا لکھنا شروع کیا۔ پہلے قرآن تشریف پڑھا۔ ان کے اُستاد

تیر کے سین ردادت میں اختلاف ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق نے ۱۳۱۷ء مطابق ۱۸۹۰ھ کلھا ہے (نقدیات عبد الحق حمدہ ادلہ اتالیخ ادب اردو میں) اور ڈاکٹر سکینہ نے بھی ۱۳۱۷ھ کلھا ہے مجھ سین آزاد۔ نے میر کی عمر تو سال بھی ہے۔ اس حساب سے سن ولادت ۱۳۲۵ھ ہے لیکن خواجہ احمد فاروقی نے اپنی کتاب تیر کی حیات اور شعری میں لکھا ہے اسی ملے میں فوادر مکملہ بھی سب دل عبارت بحیدا ہم ہے۔ جو تیر کے دیوان چہارم کے ایک مستندہ فلی نسخہ پر درج ہے۔ یہ نسخہ راجہ صاحب محمد آباد کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

دراد اخیر کیک نہراو دیاں صد و سی و پنج بھری ولادت واقع شد

یعنی ۱۳۲۵ھ کے آخر میں پیدا ہوئے ایر تقی تیر حیات ادہ تاسعہ صفوی (۴۱) اس مستند حوالے سے ثابت ہو گیا کہ ان کی ولادت ۱۳۲۵ھ بھری یعنی ہوئی ہے۔

سید امان اللہ تھے، جن کو میر پچا کہتے تھے۔ اور وہ میر کے والد کے ایک خلص مرید تھے اور اپنے عقیدت مند تھے اور ساتھ ہی رہتے تھے، میر کی دلکش بھال انھیں کے پرہیز۔ خود میر کو ان سے بے حد محبت تھی جس کا ذکر انھوں نے اپنی کتاب مذکور میں جا بجا کیا ہے۔

میر کی عمر برس کی تھی جب سید امان اللہ کا انتقال ہو گیا۔ میر کو بے حد صدمہ ہوا اور اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد میر کے والد ما جدہ بھی اس دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس طرح گیارہ سال کی عمر میں تین مرتبہ صرف تیسم ہو گئے بلکہ مصیبتوں اور شریفوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تن تہوارہ گئے۔

میر کے بڑے بھائی حافظ محمد حسن تھے، انھوں نے بھی میر کے سرہم پا تھا انھیں رکھنا اور ان سے الگ ہو گئے، باپ کا قرض ان کے مریدوں اور معتقدوں نے ادا کر دیا۔ مگر میر پچارے اپ بے یار و مددگار تھے۔ طبیعت میں خودداری تھی، کسی کے سامنے اتنا نہیں پھیلا یا، مگر چھوٹے بھائی کے پرہیز کے تلاش معاشر میں نکلے۔ اکبر آباد اور اس کے قرب و جوار میں کوئی ذریعہ نہ بکھلائے اور چار دن اچار مصیبتوں اور پرنسپالیوں کے تجھ میں دہلی کی راہی۔ جس کا پورا حال آئندہ بتایا جائے گا۔

حُلْيَةٍ اُولِيَّاً بَاسٍ

میر صاحب دبليے پسلے آدمی تھے۔ قدیمانہ اور بُنگ گندمی تھا۔ گھنی گول داڑھی چڑھ پر خوشنا علوم ہوتی تھی۔ آواز میں زمی ملتی، مزانج میں سنجیدگی اور تیانت بہت تھی ہائی مزک مزک کرتے تھے۔ چڑھ پر غور و فکر کے آثار نمایاں رہتے تھے۔

اس زمانہ کے رویوں اور شریفوں جب اپاں زیب تون کرتے تھے کھڑکی دار پکڑتی، پچاس گھنے کے گھیر کا جامہ، کمر نبند کے سچائیے جوڑا رو مال، نشریع کا پائی جائے،

نوكدار جوتا، باتھے میں جریب اور کمریں سیدھی تلوار لکھتی رہتی تھی۔
تیر صاحب کی جو تصویریں اہل ذوق نے تلاش کر کے شائع کی ہیں۔ انکے متند
ہونے کا ثبوت نہیں ملتا لیکن رب سے زیادہ جو تصویریں ہوں اور مستند سمجھی گئی ہے وہی
اس کتاب کے آغاز میں موجود ہے۔ اس سے بھی تیر صاحب کے حلیہ کی تصدیق کسی حد
تاک ہوتی ہے۔

عادات و اطوار

تیر صاحب نہایت خوش اخلاق دوست نواز اور وضعدار آدمی تھے۔ دستول کا
حلقہ بہت وسیع تھا اور ان کی دستی میں اخلاص کا جز زیادہ تھا، تائنت اور سنجیدگی
تھی۔ باتیں کم کر تے تھے۔ نازک ذا جی میں مشہور تھے۔ زود رنج اتنے تھے کہ ذرا کسی کی
بات ناگوار ہوئی اور یہ نوم ہو گئے۔ خود کہتے

سینہ تمام چاک ہے سارا جگہ ہے داع
ہے نام مجلسوں میں مر ایسرے دما غ

تیر بہت صاف گوئے دل میں جو بات ہوتی وہی زبان پر آتی تھی۔ اسکے ثبوت
میں ان کا لکھا ہوا تذکرہ ”شعراء جونکات الشعرا“ کے نام سے مشہور ہے پیش کیا جا سکتا ہے
جس میں تیر نے شعرا کے حالات لکھے ہیں، جس شاعر کا کلام ان کو پسند آیا اسکی مناسب
تعلیمات کی ہے اور جس شاعر کے کلام میں نقص نظر آیا اس کے عیوب بہت صاف الفاظ
میں ظاہر کر دیے۔ مثلاً خواجہ میر درد کو ”قبلہ اہل عرفان“ کے خطاب سے یاد کیا، فرما نظر

لئے حال میں مصنف تاریخ ادب اردو ڈاکٹر رام بادپسینہ نے ایک نایاب مرتع شایع کیا ہے۔ اس میں
تیر کی لقصویری ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ان کی صلی تصویر ہے۔

جانِ جانال کے لئے لکھا۔ بے نظر و خوش تصریح مزار فیح سوداگر گرم جوش اور یار بائش
قرار دیا دوسرا طرف شیخ حاتم کے لئے "جاہل اور دیر آتنا" کے الفاظ استعمال کئے۔
العام العذر خالی تیصین کو "پوچھ گو اور شیطان نو" لکھ دیا۔

اس طرح کی شالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ تیرا ٹھہرا رخیال میں بے باک اور
بُذر تھے میر کی طبیعت میں تکنت اور نازک مزا جی کوٹ کوٹ کوٹ کوٹ بھری تھی۔ باست
بات پر خفا ہو جاتے تھے۔ اپنے محسن راجہ ناگر مل کی ملازمت ذرا سی بات پر چھوڑ دی۔
رعایت خالی ان کا مرتب تھا ایک بار اس نے فرماش کی کہ اپنی ایک اچھی غزل
گانے کے لئے میرے گوئے کو دے دیجئے اس تیز ناراض ہو گئے اور اس کی ملازمت
نرک کر دی اور کافی تکلیفیں اٹھائیں۔

میر کو اس کا ٹراز عجم تھا کہ وہ اس دور کے سب سے بڑے ریختہ گد ہیں۔ اپنے
بہت سے اشعار میں انہوں نے اپنی تعریف اور ٹراں ٹرھنڈ کر بیان کی ہے۔
چند شعر ملاحظہ ہوں۔

ریختہ خوب ہی کہتا ہے جوان ضمانت کرو
چاہیئے اہل سخن میر کو اُستاد کریں
ریختہ رتبہ کو اپنچایا ہوا اس کا ہے معتقد کون نہیں میر کی اُستادی کا
سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا
ستند ہے میر ا فرمایا ہوا

میر دہلی میں

میر تقیٰ میر نے اپنے چھوٹے بھائی محمد رضی کو گھر پر چھوڑ کر خود دہلی کا رُخ کیا۔

دہاں خواجہ محمد باسط سے ملاقات ہو گئی جو صماصام الدولہ کے بھتیجے تھے۔ انہوں نے تیر کو نواب صماصام الدولہ کے یہاں ملازمت دلواہی، جب نادر شاہ درانی نے دہلی پر حملہ کیا تو نواب صماصام الدولہ مارے گئے اور تیر کی ملازمت ختم ہو گئی، تیر بھرا پنے وطن آگہ داپس آگئے۔ کچھ دن رہے مگر معاش کی کوئی صورت نہ نکلی تو دوبارہ دہلی پہنچے۔ اور اپنے بھائی کے خالو سرانج الدین علی خاں آرزو کے سیہاں ہوئے۔ انہوں نے بھی تیر کے ساتھ بُرا بُر تاد کیا جس کا تیر کو بے حد صدمہ ہوا اور جنوبی کیفیت ہو گئی۔ علاج کرایا تو افاقت ہوا۔ سید سعادت خاں نے رنجتہ میں شرکت کی تر خیب دی۔ اس زمانہ میں رعایت خاں نامی رئیس کی مصاہبت مل گئی اور معاش کی طرف سے کچھ بے نکری ہو گئی۔

رعایت خاں اور فمارا جہر رنجیت سنگھ میں کچھ شکر رنجی ہوئی تو میر صاحب نے دونوں میں صلح کرانے کی کوشش کی۔

کچھ دنوں بعد رعایت خاں کی ملازمت ترک کر دی اور نواب بہادر کی ملازمت اختیار کی۔ جب صفحہ رجنگ نے نواب بہادر کو دھوکہ دے کر قتل کر دیا تو میر صاحب بے کار ہو گئے، لیکن تھوڑے عرصہ بعد ان کو بہازائیں دیوان کے یہاں جگہ مل گئی، سکندر آباد کی لڑائی میں میر صاحب احمد شاہ کے ساتھ تھے۔ انھیں آیام میں راجہ بھجل کشور کی مدد سے ہمارا جہر ناگر میں کے یہاں پہنچے ان کے اپنے بیٹے میر صاحب کی معقول تشویح مقرر کر دی ایں دنوں دلی خانہ جنگیوں ٹاہر کر دنا ہوا تھا لوتھار کی گورم بازاری بھتی۔ میر صاحب کا مکان بھی لٹ گیا اور بیچارے میر صاحب دلی تھے اپنے ایں دیوالی سمیت نکل کھڑے ہوئے کچھ دن متھرا میں رہے کچھ عرصہ

کبھر میں سورج مل جاٹ کے قلعہ میں گذارے اور بھر دلی والپس ہوئے۔ دلی ویران نظر آئی ہر طرف تباہی و بربادی ہیصلی ہوئی تھی۔ دل نہ لگا۔ سورج مل کے ساتھ اپنے دشمن آگہ آئے۔ چار ماہ رہ کر بھر سورج مل کے قلعہ میں چلے گئے وہاں سے پندرہ دن کے لئے بھرا گئے وہاں سے یا سی اور ملکی حالات کی خرابی کے باعث بھر دلی آئے حامم الدولہ کے بھائی دجیہ الدین سے ملنے اور انہوں نے کچھ ذلیقہ مقرر کر دیا۔ اب تیرگ کو شہنشہ نہیں ہو گئے۔ ان کی شہرت دُور دور چیل ہکی تھی۔

لکھنؤ کا سفر

نواب آصف الدولہ تیرگ کی شاعری کی شہرت سُن چکے تھے ان کو اشتیاق تھا کہ یہ باکمال شاعران کے دربار سے والبستہ ہو جائے۔ اس لئے انہوں نے سفر خرج بھیج کر تیرگ کو بلا یا۔ تیرنے گونشہ نہیں سے نکل کر لکھنؤ کی راہ لی راستہ میں فرخ آباد کے رئیس منظفر جنگ نے ان کو اپنے پاس ہٹھانے کی کوشش کی مگر راضی نہیں ہوئے لکھنؤ میں سالار جنگ کے ذریعہ نواب آصف الدولہ کے دربار میں رسائی ہوئی پہلی ملاقات مرنخوں کی ایک لڑائی کے دلگل میں ہوئی تھی۔ نواب نے ان کی بہت قدر و نظر لٹک کر اپنا کلام ان کو نایا ان کا کلام سننا۔ چند دن بعد عقول تنوادہ مقرر کر کے درباری ملازمین میں شامل کر لیا اور اب تیرگ ارام و چین سے بس کرنے لگے۔ نواب آصف الدولہ ان کا بڑا قدر دان تھا۔ سیر و شکار میں بھی ان کو ہمراہ لے جاتا تھا۔ تیرگ نے شکار نامہ اور دیگر کمی شنوایاں آصف الدولہ کی تعریف میں لکھیں۔ نواب نے دوسو یا تین سور دیسی ماہوار ان کا ذلیقہ مقرر کر دیا تھا اس زمانہ میں لکھنؤ شعرو شاعری کا مرکز تھا۔ دلی کی تباہی و بربادی اور شہنشاہ مغلیہ کی کمری ویری کے باعث اہل فضل و کمال

اور شراء لکھنؤ میں جمع ہو گئے تھے۔ صحفی، انتار، ان کے ہم عصر تھے۔ آتش دنا سخن بھی ان کے آخری دور میں نایاں ہو چکے تھے۔

میر صاحب سے پہلے ان کے کئی معاصرین دلی سے لکھنؤ پر نجی چکے تھے انہیں مزارِ فیض سودا اور میر سوز بھی تھے۔ نواب آصف الدولہ میر سوز کے شاگرد ہو گئے تھے۔ میر صاحب دلی میں تھے تو لکھنؤ کے اہل ذوق ان کی عزت کرتے تھے یہاں تک تھے۔ توب نے ان کو ہاتھوں ہاتھ دیا۔

ایک روایت ہے کہ جب میر صاحب لکھنؤ پر پہنچے تو ایک سرائے میں قیام کیا۔ اسی دن ایک شاعرہ کی اطلاع میں غزل کمکر شاعرہ میں پہنچے ان کو کوئی بیچاتا نہ تھا۔ وضع قطع دیکھ کر لکھنؤ کے «وضعدار» شراء مکرانے کسی نے پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ میر نے غزل سے قبل شاعرہ میں یہ قطعہ پڑھ کر اپنا توازن کرایا کیا بود و باش پوچھو ہو یورپ کے ساکن۔ ہم کو غریب جان کے منہں منہں پچاڑ کے دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب۔ رہتے تھے متذنب ہی جہاں رذگار کے اسکونک نے لوٹ کے ویران کر دیا۔ ہم رہنے والے میں اسی اُجھڑے دیالی کے جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ میر صاحب ہیں تو ان کی ڈری قدر منزالت کی گئی آصف الدولہ کے بعد نواب سعادت علی خاں نے بھی ان کی قدر کی مگر یہ دربار میں آتے جاتے کم تھے۔

میر نے کافی مدت لکھنؤ میں بسر کی مگر ان کو لکھنؤ سچنہ محبت نہ ہو سکی جو دلی سے تھی۔ ان کا خال تھا کہ لکھنؤ میں ان کا نکلام سمجھنے والے نہیں ہیں۔ وہ تعلیمیہ دلی

لہ مولوی عبدالحق صاحب نے اس واقعہ کو غلط تھا۔

کو یاد کر ستے۔ دلی کی تاریخ میں بہت اشعار کئے۔ نتلا:-

دلی کے نہ تھے کو پے اور اق مختوٰ تھے

جو شکل نظر ای تصویر نظر آئی

دلی والوں کو یوں پیام بھیجتے ہیں:-

اے صبا گر شهر کے لوگوں میں ہو تیرا گزد کہ یہم صحر انور دول کا تھامی حال زار
خاک دہلی سے جدا ہم کو کیس یکبارگی آسمان کو تھی کہ درت سونکالا یوں غبار
خرابہ دلی کا وہ چند بہتر لکھنؤ سے تھا دہیں میں کاش مر جانا سرا سمجھہ نہ آتا یاں
لکھنؤ سے وہ خوش نہیں رہے اور زندگی بھر دلی ہی یاد کرتے رہے۔ کہتے ہیں۔

پرسوں سے لکھنؤ میں افاقت ہے جگولیک یاں کے چین سے رکھنا ہوں ہرم سفر ہنوز
آباد اُجڑا لکھنؤ چندوں سے اب ہوا مشکل ہے اس خرابے میں آدم کی بوڑو باش
ہیسر تھی تیسر کا زمانہ

جب تیرنے ہو شہنخالا تو ہندوستان میں حکومت مغلیہ کا چرانع زندگی سماں رہا تھا۔
سارے ملک میں انتشار اور بے چینی بھیلی ہوئی تھی۔ طوائف الموکی کا وزیر اور جاؤں
پر تباہی اور بر بادی کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ ایک طرف مہمتوں کا زور اور جاؤں
کی ہنگامہ آرائیاں تھیں تو دوسری طرف ایسٹ انڈیا کمپنی دہلی پر دہ سارے ملک کو غلام
بنانے کی گئی سازشوں میں مصروف تھی۔

ہندوستان میں ہر طرف بلا منی بھیلی ہوئی تھی تمام اور خاص سبھی پریستان
تھی۔ شریفوں کو اپنی عزت و ابر و کاہر دقت خوت دامن گیر رکھا تیر بھی ان حالات سے
ستاخ تھے۔ ایک تو باپ کے امتحان کے بعد میں وہ غمزدہ رہتے۔ بڑے بھائی کا خراب

برتاو، معاش کی تنگی نے ان کو منع اور فکر مند بنادیا تھا۔ اس کے ساتھ ملک کی سور شوں نے سونے پر سماگے کا کام کیا اور بیچارے تیر غم و رنج کی تصویر بن کر رہ گئے۔

احمد شاہ عبدالی نے دل پر مسعد دھلے کئے۔ نادر شاہ درانی نے دل پر حملہ کیا اور اس کو خوب لوٹا۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔ محمد شاہ بادشاہ مغلیہ کا زمانہ تھا۔ تیر بھی ان دنوں دل میں موجود تھے اور نواب صاحب ام الدولہ بھی قتل ہو گئے تو تیر کی ملازمت ختم ہو گئی تیر نے دل کی تباہی خود دیکھی۔ نادر شاہ تخت طاؤس اور جلے شمار دولت اپنے ساتھ لے گیا اس وقت اہل علم و فن بدحواس ہو کر ادھر ادھر بھائیں تکھے ہر ایک جان بچانے کی فکر میں تھا۔ تیر بھی دل سے آگرہ پہنچے آئے۔ اس وقت وہ سترہ سال کے تھے۔

۱۸۲۰ءے میں محمد شاہ نے دفاتر پابندی اور احمد شاہ تخت پر بیٹھا۔ اس کے زمانہ میں صفر رجیگ اور نواب بہادر میں جل رہی تھی۔ مر ہئے اور جاثُ اُدھم مجاہے ہوئے تھے۔ احمد شاہ عبدالی کے حملے جاری تھے۔ اس زمانہ میں نظام الملک کے پوتے عہاد الملک کے اشارے پر احمد شاہ اندرھا کیا گیا اور بیڑھل کر دیا گیا۔ اس کے بعد عالمگیر نانی تخت حکومت پر بیٹھا۔ اس سے بھی عہاد الملک تھے ۱۸۵۹ءے میں قتل کرا دیا اور اس کی جگہ شاہ عالم مسلمان حکومت مغلیہ کے گز دست تخت پر بیٹھا اور ۱۸۶۳ سال حکومت کی، آخر خلماں قادر و سلیمان نے ان کی آنکھیں نکلو اور اندرھا کر دیا۔ یہ سارے واقعات تیر کی رندگی میں پیش آئے اور بیشتر حالات انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے جو ایک غم زدہ شان کا سہر تباپا غم بنانے کے لئے کافی ہے۔ تیر کی شاعری ان حالات و واقعات سے پریحد تک متأثر نظر آتی ہے۔

وفات

تیر کا آخری زمانہ لکھنؤ میں گذر، وہ محلہ سیاٹی میں رہتے تھے جو دریائے گومتی کے جنوبی کنارے پر آباد تھا، آخر عمر میں درد و نجف میں متلا ہوئے اور سلسلہ چھ ماہ بیمار رہے۔ علاج معاونہ کے لئے شاہی طبیبوں نے کوتاہی نہ کی مگر وقت پورا ہو چکا تھا۔ مرض ٹھہستارہ اور اردو شاعری کامیروشن ستارہ ۰۶ شعبان ۱۴۲۵ھ پہ کونوے سال شاعری کے آسمان پر جگنگا کو غردب ہو گیا۔ اکھارہ ڈھیم میں دفن کئے گئے یہ قبرستان محلہ دزیر گنج کے کچھ آگے موجودہ آغا میر دیور ڈھی کے اشیش کے قریب تھا۔ اور اب اسکا پڑا حصہ مٹ چکا ہے۔ افسوس تیر کی قبر کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہا۔

تیر کی شاعری

تیر اردو کے ان چند گنے چینے شاعر دس میں شمار ہوتے ہیں جو اردو زبان کے معماں تھے اردو شاعری میں صنیفت غزل سب سے زیادہ اہم ہے اور تیر رنگ تغزل میں آپ اپنی نظریہ تھے۔ تیر کی زندگی مصیبتوں اور تکلیفوں میں گذری اسلئے ان کے کلام میں غم اور مایوسی کا اثر غالب ہے، سوز اور درد کوٹ کوٹ کوڑھرا ہے عشق و محبت کے کوچے بھی تیر کے دیکھے بھالے تھے انھوں نے محبت کے چر کے تھے عشق و محبت کے کوچے بھی تیر کے دیکھے بھالے تھے انھوں نے محبت کے چر کے تھے۔ اسی لئے اس کی کیفیتوں کو بڑی صداقت اور خلوص سے بیان کیا ہے۔ اپنی مصیبتوں اور غم کا حال کس خوبی سے بیان کیا ہے۔

قامت خمیدہ رنگ سکتہ، بدن نزار تیر تو تیر غم میں عجب حال ہو گی اپنی ناکامیابی، محرومی اور پریشان زندگی کا نقشہ کھینچنا ہے۔

بے تاب جی کو دیکھا، دلکن کہا دیکھا جیتے ہے تھے کیوں ہم جو یہ عذاب دیکھا دیکھا اب فراق کا ہم سے سہا نہیں جاتا پھر اس پڑھا یہ ہے کچھ کہا انہیں جاتا سنتے ہو ٹک سنو کہ پھر مجھہ بعد نہ سنو گے یہ نالہ و فرہ یا ذہارے اس زخمی شمشیر محبت کا جگہ درد کو اپنے جو ناچار چھپا رکھتا ہو

تیرنے اپنی جوانی کی مصیبتوں اور اپنی ناقد ردانیوں کا شکوہ کس انداز میں کیا ہے۔
 تیر دریا ہے سئے شعر زبانی اُس کی اشد اللہ ری طبیعت کی روایت اس کی
 آبلے کی سی طرح ٹھیس ٹھی چوت سہی در دندی میں گئی ساری جوانی اس کی
 شہر والی میں ہے سب پاس نشانی اس کی مرثیہ دل کے کھنی کھنہ کے دلے لوگوں کو
 پھر ملی خاک میں پھر سحر بیانی اس کی بات کی طرز تو دیکھو کہ کوئی جادو تھا
 حیف صد حیفت، اکہ کچھ قدر نہ جانی اس کی اب گئے اسکے، جزا فوس نہیں کچھ حصل
 تیر اپنی جوانی کا ما تم اس طرح کرتے ہیں۔

اب جو اک حسرت جوانی ہے عمر رفتہ کی یہ نشانی ہے
 دل و دماغ پتے اب کس کو زندگانی کا جو کوئی دم ہے تو افسوس ہے جوانی کا
 خصوصیات شاعری

تیر کی خصوصیات شاعری پر ہمارے ادبیوں اور شاعروں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ہم ان
 چند اہم خصوصیات پر روشنی ڈالیں گے جنکو سب ہی نے سراہا ہے اور یہی انکی شاعری کی جان ہیں
 تیر اپنے جذبات اور خیالات کو پُرا خرا اور انوکھے انداز سے پیش کر کے ہیں جسکا اثر سُننے
 والے پر بہت گہرا ہوتا ہے۔ معمولی مضمون کو حسن ادا سے چار چاند لگا دیتے ہیں۔

پنکھ کر دنکھ مجھ دو انسے کی دھوم ہے پھر بہار آنے کی
 اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ ہے دامن کے چاک اور گرسائی کے چاک میں
 یاد اس کی اتنی خوب نہیں تیر باز آ نادان پھر وہ جی سے بھلایانہ جائے گا
 آنکھوں سے پوچھا حال دل کا اک بونڈ پیک پڑی ہو کی
 تیر کے کلام میں رنج و غم، مالی سی و نا مرادی کے جذبات پڑے موثر انداز میں ملتے ہیں
 جو نکہ ان کو زندگی میں غمتوں سے زیادہ واسطہ رہا اس لئے ان کا کلام غم کا ترجمان بن گیا
 انکے یہاں جذبات غم میں خلوص اور سچائی ہے۔ اسی لئے اشعار میں درد ہے اور تاثیر ہے
 دل کی دیرانی کا کیا نہ کور ہے یہ نگر شو مرتبہ لوٹا گیا

تڑپ کے خرمن گل پر کہیں اگر آئے بھلی علانا کیا ہے مرے آشیاں کے خاروں کا
بے تاب جی کو دیکھا دل کو کتاب دیکھا جیتنے رہے تھے کیوں ہم جو یہ عذاب دیکھا
کیا اکرو شرح خستہ جانی کی میں نے فر کے زندگانی کی
نامزادی کی رسم تیر سے ہے طور پر اس جوان سے نکلا
ایک محروم چلے تیر مہیں نا لم سے ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا بچھ
تیر کی زبان نہایت صاف اور سطحیں نہیں، الفاظ نہایت مناسب اور موزوں
استعمال کرتے ہیں۔

اب تو جائے ہیں بُنکدے سے تیر پھر میں گے اگر خدا لا یا
ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کے اشعار میں آمادہ اور سیاسی ہوتی ہے۔
چشم خوں سے ہزار نکلے گا کوئی دل کا بخار نکلے گا
گھل قفس تک بہار لائی ہے لوگہ پھر کہ بہار آئی ہے
تیر صاحب نے پند و نصیحت کی باتیں بڑے دل نشیں ہلکی پر پیش کی ہیں۔
مرگ اک نہ لگی کہ وقفہ ہے یعنی آگے علیں گے دم لے کر
ایک قطعہ ملاحظہ ہو

کل یادوں ایک کا سر کر جاؤ گیا یکسرہ استخوان شکستوں سے چورتا
کہنے لگا کہ دیکھ کر چل اراہ لے خبر میں بھی کچھ کمی کا سر پر غرور تھا
تیر کے یہاں سیزد گداز خاص چیز ہے اور غزل کے لئے یہ لازمی چیز ہے۔ تیر کے
پہاں اس کی کمی نہیں۔

اکٹیں جگریں اٹھتی ہے کچھ دل دل ہر یہ تاہے میں توں کو روپا کرتا ہوں جسے عالم سوتا ہے
ہمارے آگے ترا جب کسو نے نام لیا دل ستم زده کو ہم نے تھام تھام لیا
تیر نگ تغزل کے ادشاہ کہلاتے ہیں ان کی غزل میں وہ تمام باتیں موجود
ہیں جو غزل کے لئے پھر درج ہیں۔ پھر انداز بیان کی خوبی لئے ان میں ایسی تاثر پیدا

کر دی ہے کہ میر کے اشعار آپ اپنی نظر بن گئے۔
ستقل رفتے ہی رہتے تو بھئے آتش دل ایک دو آنسو اور آگ لگا دیتے ہیں
کتنے سے میرے اور بھئی ہوتا ہے مضطرب بھاؤں کہتے کہ، اس دل خانہ خراب کو
غزلوں میں عار فانہ و نگ بھئی ہے۔

ہر قدم پر بھئی اس کی منزل لیک سر سے سیدائے جستجو نہ گیں
سب پہ جس بارے گرا ف کی اس کو یہ ناتوان اٹھا لایا
اسکے فروع حسن سے جھلکے ہے سب میں نہ شمع حرم ہو یا کہ دیا سونات کا
تیرنے محا درات اور ضرب الامثال کو کس خوبی سے استعمال کیا ہے۔
انکلی بھئی تینگ بے دریغ اس کی میں ہی اک استحان سے نیکلا
دل بھئے اس گل میں سلے چاکر اور بھئی خاک، میر، ہما لا یا
گستی نہیں پلک سے پلک انتظار میں آجھیں اگر یہی ہیں تو پھر نہند سوچکا
پوچش میر کے کلام میں وہ تمام خوبیاں ہیں جو ایک بلند پایہ شاعر میں ہو مضردی
ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ میر کے کلام کا ایک حقہ ایسا بھئی ہے جس میں بہت سی
خرابیاں اور عیب ہیں۔ ان سے واقفیت کے لئے کلیات میر کی درق گردانی کی
جا سکتی ہے۔ میر کا سر بائیہ شاعری زیادہ غزلیات پر مشتمل ہے۔ ان کے چھ دیوان ہیں
جو چھپ پکے ہیں۔ مثنویات میر بہت مشہور ہیں، فضائد، رہباعیاں اور واسوخت بھئی
ہیں۔ نشر میں بھئی میر نے کتابیں لکھی ہیں جن میں نکات الشعرا بہت مشہور ہے۔ انکی
ایک نایاب مثنوی حوال میں شائع ہوئی ہے۔ اردو کا مکمل کلام کلیات کے نام سے شائع
ہو چکا ہے۔

میر دوسروں کی نظر میں

میر کو ہمارے ادبیوں اور شاعروں نے متفقہ "خدائی سخن" کا خطاب دیا ہے
اوہ دو کے بڑے بڑے شاعروں نے میر کی نتیادی اور شاعرانہ کمالات کا اقتصر کیا ہے

مزدوسودا نے میر کی اُستادی کو تسلیم کیا ہے، کہتے ہیں
سودا تو اس غزل کو غزل میں لجھ ہونا ہے جو میر سے اُستاد کی طرف
صحیحی کہتے ہیں:-

اے صحیحی تو اور کہاں شعر کا دعویٰ پھنسا ہے یہ انداز سخن میر کے اد پر
میرزا غائب فرماتے ہیں:-

ریختی کے تھیں اُستاد نہیں ہونا غالب کہتے ہیں اگلے زمانہ میں کوئی میر بھی تھا
 غالب نے یہ بھی کہا۔

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ آپ بلے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں
نواب مصطفیٰ خال شیفۃ نے کہا ہے:-

زالی رہتے ہے اپنی روشن اطاعت شیفۃ لیکن بھی دل میں ہوئے شدہ پائے میر بھرنے ہے
خواجہ آتش نے انہارِ حقیقت کیا ہے۔

آتش بقول حضرت سودا شفیق من ہونا ہے تجھکو میر سے اُستاد کی طرف
استاد ناسخ کا یہ شعر مشهور ہے جس کا خالہ غالب نے دیا ہے۔

شبہ ناسخ نہیں کچھ میر کی اُستادی میں آپ بلے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں
داغ دہوی نے کہا تھا:-

میر کا رنگ برنا نہیں آسیں لے داغ اپنے دلوں سے ملا دیکھئے دلوں ان کا
مولانا حالی لے بھی میر کی پریدی کا دعویٰ فخر سے کیا ہے۔

حالی سخن میں شیفۃ سے مستفید ہے غالب کا معتقد ہے مقلد ہے میر کا
اکبرالہ آبادی فرماتے ہیں۔

میں ہوں کیا چینز جو اس طرز پہ جاؤں اکبر
ناسخ و ورق بھی جب چل ن سکے میر کے ساتھ

انتساب کلام میر

ہلٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دو اُنے کام کیا
 دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا
 عمد جوانی رو رو کا طما سپیری میں تھی لیں انکھیں منہ
 یعنی رات بہت تھے جا گئے صبح ہوئی آرام کیا
 ناقہ ہم نجوروں پر یہ تمجت ہے مختاری کی
 چاہیں جو سو آپ کریں ہیں ہم کو عجب شہ بدنام کیا
 صاعد سعید دنوں اس کے ہاتھ میں لا کر جھپڑ دیے
 بھولے اس کے قوں دشمن کو ہائے خیال خام کیا
 تیر کے دین وندہب کو اب پوچھتے کیا ہوا اس نے تو
 قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا، کتب کا حركہ سلام کیا

ہانچہ بن تیرے اگر میں ناتوال مارا گیا سب کہیں گے یہ کہ کیا؟ اک منجاں مارا گیا
 ڈلوں ہی راں یہ جو دونزل میں راہِ عشق کی دل غریب ان میں نہ آجائے کہاں مارا گیا
 جس نے مسر کھنچا دیا عشق میں لے بوالہوس وہ سراپا آرزو، آخر سر جوال مارا گیا
 کب نیازِ عشق، نازِ حق سے کھنچے ہے ہاتھ آخر آخِر میر سر زد آستاں مارا گیا

بُوئے خول آتی ہے باہد صحیح گاہی سے مجھے بھلی ہے بیدرد ہوشاید کسی گھاٹ کے پاس
آہ نالے مت کیا کر اس قدر بیباپ ہو لے ستم کش میر طالم ہے جگر بھی دل کے پاس

کبھو تیر اس طرف آ کر جو چھاتی کوٹ جاتا ہے

خدا شاہد ہے اپنا تو کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے
خرابی دل کی کیا اب نوہ درد و غم سے پوچھو ہو
وہی حالت ہے جیسے شہر شکر لوث جاتا ہے

فقیرانہ آئے صدا کر چلے میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
جو تجھہ بن ہنسیں جینے کو کہتے تھے ہم سواس عمد کو اپ دقا کر چلے
کوئی نامیساذ کرتے نکاہ سوتھم ہم سے بھی منھ چھپا کر چلے

جبیں سجدے کرتے ہے کرنی گئی حق بندگی ہم آدا کر چلے

پرش کی یاں تک کہ اے بُت بُجھے

نظر میں سجنوں کے خدا کر چلے

کرو تو کل کہ عاشقی میں نہ کر دیجے تو کیا کر دیجے

اَلم جو یہ ہے تو درد مند دکھاں تک تم دوا کر دیگے

آخر الافت کا بھی فہیں ہے کہ جل کے آخر تو پرستنگ

ہذا جو یاں کی یہ ہے تو یار د خبار ہو کر اڑا کر دیگے

اگرچہ اب تو خفا ہو لیکن موئے سے گئے پھر کچھ ہمایا
 جو یار ہم کو کرو گے پیار سے تو ہاتھ اپنے ملا کرو گے
 غم محبت سے نیز صاحب پنگ ہوں میں نیقر ہوتم
 جو وقت ہو گا کبھو مساعد تو نیزے حق میں دعا کرو گے

صبح وہ آفت اٹھ بیٹھا تھا، تم نے نہ دیکھا صد افسوس
 کیا کیا فتنے سر جوڑ سے، پلکوں کے سارے سارے گئے
 اللہ رے یہ دیدہ درائی ہوں نہ مکدر کیوں کے تم
 آنکھیں ہم سے لڑائے گئے پھر خاک میں ہم کو ملائے گئے

ستی اپنی حباب کی سی ہے یہ نالش سراب کی سی ہے
 ناز کی اُن کے لمب کی کیئے پنکھری اک گلاب کی سی ہے
 بار بار اس کے لمب پہ جاتا ہوں حالت اب اضطراب کی سی ہے
 تیر اُن نیم باز آنکھوں میں
 ساری ستی شراب کی سی ہے

کرتے ہو تم شجی نظریں، یہ بھی کوئی مردودت ہے
 برسوں سے پھر کئے ہیں جدا ہم آنکھ سے آنکھ ملنے دو

کی کیا اپنا ہو پیں گے، دم میں درجیئے، دم میں جیں گے

دل جو نسل میں رہ نہیں سکتا اس کو کسوسے ملانے دو

اب کے بہت ہے شور بھاراں ہم کو مت نہ بخیر کر د

دل کی ہوس کچھ ہم بھی نکالیں و حوس ہیں بھی چانے دو

عزم کننا سارے جاں کا دھشت پر جو آجادیں

پاؤں تو ہم پھیلادیں گے پر ذرست ہم کو پانے دو

ضعف بہت ہے تیر تھیں، آج اسکی گلی میں مت جاؤ

صبر کر د کچھ اور ابھی صاحب طاقت بھی میں آنداو

۔۔۔۔۔

ڑے ڑے تھے گہر جن کے یاں آثار ان کے یہ ہیں اب

میں سہ نشکستہ در دوازے ہیں، گردی پڑی دیواریں ہیں

۔۔۔۔۔

آنکھ لگی ہے جب سے اسی سے آنکھ لگی زندگی نہیں

نیز آتی ہے دل جبی ہیں سودل کوتا ب قرار نہیں

وصل میں اس کے روز و شب کیا خوب گذری تھی اپنی

آجراں کا کچھ اور ہے سماں اب وہ لیل ذھار نہیں

لطیف عیم اس کا اے ہدم، کیون غمہت جائیں ہم

ربط خاص کسوسے اس کو ہو یہ تو طور یار نہیں

۔۔۔۔۔

قتل کئے پر غصہ کیا ہے لاش مری اٹھوانے دو
 جان سے ہم بھی جاتے رہے ہیں تم بھی آؤ جانے دو
 جان سلامت لے کر چادے کبھی کو سلام کریں
 ایک جراحت ان اٹھوں کا قید حرم کو کھانے دو

عشق نے ہم کو مار رکھا ہے جی میں اپنے تاب نہیں
 دل کو خیال صبر نہیں آنکھوں کو سیل خواب نہیں
 کوئی سبب ایسا ہو یا رب جس سے عزت رہ جائے
 عالم میں اب اب کسے ہیں پایاں اپنے اب اب نہیں
 خط کا جواب نہ لکھنے کی کجھ دجھے نہ ظاہر ہم پڑھوئی
 دیر تک فاصد سے پوچھا منہ میں اسکے جواب نہیں
 زنگِ نکستہ، دل ہے نکستہ، سر ہے نکستہ مستی میں
 حال کسو کا اپنا کاسا اس بینخانے میں خراب نہیں

دل کی تقصیر نہیں ہے، آنکھیں اس سے لگ پڑیاں
 مار رکھا سواں نے مجھ کو، کس ظالم سے لڑیاں

چاک ہو ادل، ڈکرٹے جگر ہے لوہور وٹے آنکھوں سے
 عشق نے کیا کیا ظلم دکھائے دودن کے اس جنی میں

گوندھ کے گویا پتی گل کی دہ ترتب بنائی ہے
 رنگ بدن تب دیکھو جب چولی بھیگے پسینے میں
 میں نے کیا کیا ضبط کیا ہے شوق میں شک خونیں کو
 کہئے اگر تفصیل ہوئی ہو اپنا لو ہو پسینے میں

بُوں نا کام رہیں گے کب تک جی میں ہے اک کام کریں
 رسول ہو کر مارے جاویں اس کو بھی بد نام کریں

راز کیا، بیمار کیا، اس دل نے کب آزاد کیا
 داغ سے تن گلزار کیا سب آنکھوں کو خوبیار کیا
 چاہا ہم نے کیا کیا، پر اپنا چاہا کچھ نہ ہوا
 عزت کھوئی، ذلت کھٹھی عشق نے زار خوار کیا

گئے تھے سرچن کو اٹھ کر گلوں میں ملک جی نہ لگا اپنا
 ملاشت جوش بہار میں کی نگار گلشن میں بخانہ اپنا
 بخاری سرکش نے چال ایسی کہ دیکھ حیرت سے رہ گئے ہم
 نہ آیا کیا کیا ہمارے دل میں کریں سو کیا بس چلا نہ اپنا
 نہ ہوش ہم کو، نہ صبر دل کو، نہ شور سرسی، نہ زور پا میں
 جو رو دیں کس کس کو رو دیں اب ہم دفایں کیا کیا گیا نہ اپنا

جان میں رہنے کو جی بست تھانہ کر سکے تیر کچھ تو قصت
بنا تھی ناپامدار اس کی اسی سترہ رہنا بنا نہ اپنا

ابر سیہ قبلے سے اٹھ کر آیا ہے منجانے پر بادہ کشوں کا جھرمٹ ہے گاشیشہ اوپاری پر
بیتا بانہ شمع پر آیا، گرد پھرا کھڑ جل ہی گیا اپنا جی بھی حد سے زیادہ رات جلا پرداز پر

عشق کیا ہے اس گل کا یا آفت لائے سر پر ہم
جھانکتے اس کو ساتھ صبا کے صحیح پھرے ہیں گھر گھر کم
روز و شب کو اپنے یا رب کیوں کہ کرینگے روزو
ہاتھ رکھ رہتے ہیں دل پر بیانی سے اکثر ہم
شعلہ اک اٹھا تھا دل سے آہ عالم سوز کا تیر
ڈھیری ہوئے ہیں خاکستر کی سی خوب میں جلنکر ہم

دل کے گئے بے دل کمال کے آگے دیکھئے کیا کیا ہوں
محروم ہوویں، مفتول ہوویں، محبوں ہوویں، رسو اہوں
عشق کی راہ میں پاؤں رکھا تو رہنے لگے کچھ رفتہ سے
آگے چل کر دیکھیں ہم اب، گم ہوویں یا پیدا ہوں

جودہ لکھتا کچھ بھی تو نامہ بر کوئی رہتی نہیں تکہے زماں

تری خاشی سے پہ نکلے ہے کہ جواب خط کا جواب ہے
 کبھو لطف سے نہ سخن کیا کبھو بات کہ نہ لگائیں
 کبھی لحظہ لحظہ خطاب ہے وہی لمحہ لمحہ عتاب ہے
 آجہاں کے بھرپور میں سرپر جوانہ باند اتر
 کہ یہ پنج روزہ جو بود ہے کسی موں جپڑ کا حباب ہے
 کئی دن سلوک و داع کا مرے درچلے دل زار تھا
 کبھو درد تھا، کبھو داع تھا، کبھو زخم تھا، کبھو دار تھا
 دم صبح بزم خوش جہاں شب غم سے کم نہ تھی مسیبان
 کہ چرانغ تھا سو تو دود تھا جو پنگ تھا سو غبار تھا
 دل خستہ جو اب ہو گیا تو بھلا ہوا کہ کہاں تملک
 کبھی سوز سینہ سے داع تھا کبھی درد غم سے فکار تھا
 دل مضطرب سے گزر گئی شب وصل اپنی ہی نکر ہیں
 نہ دماغ تھا، نہ فراغت تھا، نہ شکریہ تھا، نہ قرار تھا
 کبھو جائے گی جو ادھر صبا تو یہ کہیاں سے کہ بے دقا
 مگر ایک تیر تکستہ پا اتر سے باعث تازہ میں خار تھا

جبکہ پلو ہے یار اٹھتا ہے درد بنے اختیار اٹھتا ہے
 اب تک بھی مزارِ مجنوں سے نا توں اک غبار اٹھتا ہے
 ہے گولہ غبار کس کا تیر کہ جو ہو بیقرار اٹھتا ہے

خوب تھے دے دن کہ ہم تیرے گرفتاروں میں تھے
 غم زد دوں اندوہ گینوں نظم کے مار دوں میں تھے
 مر گئے لیکن نہ دیکھا تو نے ادھر آنکھ اٹھا
 دل جگر جو میسر دنوں اپنے غم خواروں میں تھے

قصد اگر اسحاق ہے پیارے اب تلاک نیم جان ہے پیارے
 سجدہ کرتے ہیں سر کھٹے ہیں جہاں سورا آستان ہے پیارے
 تیر عَمَدَ ابھی کہ فی مرتا ہے جان ہے تو جہاں ہے پیارے

بن جو کچھ بن سکے جوانی میں رات تو تھوڑی ہر بہت ہے سو انگ
 تیر بندوں سے کام کب بکلا مگنا ہے جو کچھ خدا سے مانگ

موے سنتے سنتے جفا کاریاں کوئی ہم سے پکھے و فاداریاں
 ہماری تو گذری اسی طور عمر یہی نالہ کرنا یہی زاریاں

دل صاف ہو تو جلوہ گہیاں کیون ہو آئینہ ہو تو قابل دیدار کیوں نہ ہو
 رحمت غضب میں نبنت برق و سحابے جس کو شعور ہو تو گندمگار کیوں نہ ہو
 موٹے سفید ہم کو کئے ہے کہ غافل اس اب صبح ہونے آئی ہے بیدار کیوں نہ ہو

اب دھ ہوا ہے اتنا کہ جو ر د جفا کرے
 افسوس ہے جو عمر نہ میری دفنا کرے
 هجران یار ایک مصیبت ہے ہم نشیں
 مرنے کے حال سے کوئی کبکب جیا کرے
 سستی خراب کی ہی سی ہے آمد شباب
 ایسا نہ ہو کہ تم کو جوانی لٹا کرے

ہمیں دسواس جی گزانے کے
 ہائے رسم دوق دل ٹگانے کے
 پیرے تنہیہ حال پر مست جا
 اتفاقات ہیں زمانے کے
 دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا
 اور بھی وقت تھے بہانے کے
 دل و دیس ہوش و صبر سب ہی گئے
 آگے آگے تھارے آنے کے

گئی جی سے چھوٹے ہوں کی جفا سے
 یہی بات ہم پا ہتے تھے خدا سے
 دھ اپنی ہی خوبی پر رہتا ہے نازاں

مرد یا جو کوئی اس کی بلا سے
نہ رکھی مری خاک بھی اس گلی میں
کدوڑت مجھے ہے نہایت صبا سے
طبیب بک عقل ہرگز نہ سمجھا
ہوا دردِ عشق آہ دونا دو اسے
نہ شکوہ شکایت نہ حرف و حکایت
کہو تیر جی آج کیوں ہو خفا سے

آہ سحر نے سوزشِ دل کو مٹا دیا آس باد نے ہمیں تو دیا سا بُجھا دیا
پوشیدہ رازِ عشق چلا جائے تھا سو آج بے طاقتی نے دل کی دہ پر دہ اٹھا دیا
آوارگانِ عشق کا پوچھا جو میں نشان مشتِ خبار لے کے صبا نے اُڑا دیا
تخلیف دردِ دل کی عبّت ہنسٹینے کی درد سخن نے میر سبھوں کو رلا دیا

بچھے حقیقت نہ پوچھو کیا ہے عشق؟ حق اگر سمجھو تو خُدا ہے عشق
عشق ہی عشق ہے نہیں ہے بچھے عشق میں تم کہو کہیں ہے بچھے
عشق کیا کیا مصیبت لا یا روز کورات تکر کے دکھلا یا
عشق سرتاقدم اُمید ہوا زیر یغستم شہید ہوا
عشق سے رنگ زرد ہوتا ہے عشق سے دل میں درد ہونا ہے
عشق لا یا ہے آفیں کیا کیا اس سے آمیں قیامتیں کیا کیا

تیس بیار نج کھنچ کھنچ مُوا سرپ فرہاد کے بسنا جو ہوا
خستہ عشق کچھ نہ میسر ہوئے بادشاہ عشق میں فقیر ہوتے

محبت نے طلت سے کاڑھا ہے نور نہ ہوتی محبت نہ ہوتا ظہور
محبت بن اس جانہ آیا کوئی محبت سے خالی نہ پایا کوئی
محبت ہی اس کارنخانے میں ہے محبت ہی سب کچھ زمانے میں ہے
محبت سے کس کو ہوا ہے فراغ محبت نے کیا کیا دکھائے ہیں داغ
محبت کی ہیں کار پر دازیاں کہ عاشق سے ہوتی ہیں جان بازیاں
محبت لگائی ہے پانی میں آگ محبت سے ہے یخ دگر دن میں لاگ
محبت سے ہے انتظام جہاں محبت سے گردش میں ہے آسمان
محبت سے آتا ہے جو کچھ کہو محبت سے دہ ہے جو ہرگز نہ ہو

عشق ہے تازہ کار تازہ خیال ہر جگہ اس کی آکنئی ہے چال
دل میں جا کر کہیں تو درد ہوا کہیں سینے میں آہ سر دہوا
کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا کہیں سر میں جنون ہو کے رہا
گہ نمک اس کو داغ کا پایا گہ پنگا چہہ اغ کا پایا
کہیں آنکھ یہ سرایت ہے کہیں یہ خون چکاں شکایت ہے
کام میں اپنے عشق پکا ہے ہاں یہ نیرنگ ساز پکا ہے

نہر لول کے مختصر اشعار

دیکھو تو کس روائی سے کہتے ہیں شور تیر دُر سے ہزار بند ہے انکے سخن میں ب
ہر درق ہر صفحہ میں اک شعر شور انگیز ہے عرصہ مختصر کا عرصہ ہے ملے دیوان کا
ہم کو خالی نہ کہو میر کہ صاحب ہم نے درودِ عنم کئے جمع تو دیوان کیا
پڑھتے پھریں گے گلیوں میں ان رنجوں کو لوگ

تدرست رہیں گی یاد یہ باتیں ہماریاں

دل نہ پوچا گو شئہ دامں تلک قطرہ خوں تھا مژہ پر جسم رپا
خرد مندی ہوئی زنجیر سے درد نہ گزرتی خوب لکھی دیوانہ پن میں
کس کس طرح سے تیرتے کاٹا ہے عمر کو اب آخر آخر آن کے یہ ریختہ کہا
کیا کروں شرح خستہ چافی کی میں نے مرمر کے زندگانی کی
ہمارے آگے ترا جب کہو نے نام لیا

دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

ہجران یار ایک متعجبت ہے ہم نشیش
مرتے کے حال سے کوئی کتنک جیا کرے

کوئی نہیں جہاں میں جواند و ہمیں نہیں
اس غم کدہ میں آہ دل خوش کہیں نہیں

قامست خمیدہ، رنگ خیستہ، بد ان نزار

پیرا تو میر سہ نہم میں عجیب حال ہو گیا

یاد اس کی اتنی خوب نہیں میر بائز آ

ناد ان بچھوڑ جی سے بھلا یا ز جائے گا

کہنے سے تیر اور بھی ہوتا ہے مضطرب

سمجھاؤں کب تک اس دل خانہ خراب کر

ہر چند میں نے شوق کو پہاں کیا و لے

اک آدھ حرف پیار کا منحہ سے نکلن گیا

صائب اور بخے پر دل کا جانا

عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

شام سے کچھ بھاسارہ ہتا ہوں دل ہوا ہے چرا غ منفس کا

اب کے جزو میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے

دامن کے چاک اور گریاں کے چاک میں

کچھ کرو فکر مجھ دو انسے کی دھوم ہے پھر بہار آنے کی

کہتا ہے دل کہ آنکھ نے مجکو کیا خراب

کہتی ہے آنکھ یہ کہ مجھے دل نے کھو دیا

لگتا نہیں پتا کہ صحیح کون سی ہے بات

دونوں نے ہل کے تیر ہمیں تو ڈبو دیا

کچھ تھیں ملنے سے بیزار ہو میرے درنہ دوستی نگ نہیں عیب نہیں، عار نہیں

ناز دانداز داد اغشود داعماض و حیا آپ گل میں تری سب کچھ ہے مگر پیار نہیں

اس کے ایفا کے عمد تک نہ جئے عمر لے ہم سے بے و فائی کی

خوش نہ آئی تھاری چال ہمیں یوں نہ کرنا تھا پا نماں ہمیں
 سیستہ عمدہ ابھی کوئی مرتا ہے حان ہے توجہان ہے پیارے
 صاحب ہوارڈا لو مجھے تم وگر نہ کچھ
 جز عاشقی شکناہ نہیں ہے غلام کا
 دم آخڑ ہے بیٹھ جامت جا صبر کر ڈاک کہ ہم بھی چلتے ہیں
 پاس ناموس عشق تھا درد
 کتنے آنسو ہلک تک آکے تھے
 جاتا ہے یار تنخ بہ کفت عیر کی طرف
 ایسے کشہ ستم تری غیرت کو کیا ہوا
 تم نے جودل سے اپنے بھلا یا ہمیں تو کیا
 اپنے تھیں تو دل سے ہمارے بھلا بیٹے
 پوچھا تو ہو گا سیح مبارک میں حال پیر
 اس پر بھی جی میں آوے تو دل کو لگائیئے
 باہم سلوک تھا تو انھا تھے تھے زرم گرم
 کا ہے کو تیر کوئی دیجئے جب بگڑ گئی
 محبت تھی چپن سے لیکن اب یہ بے دماغی ہے
 کہ موچ پوئے گھل سے ناک میں آتا ہے دم میرا
 کچھ ہو رہے گا ہوش و ہوس میں بھی امتیاز
 آیا ہے اب مزاج ترا متحان پر

ہے اس زخمی شمشیر محبت کا جگر

در دکو اپنے جو ناچار چھپا رکھتا ہو

مت سهل ہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے روؤں سے ایمان نکلتے ہیں

دل کی دیران کا کیس انڈکور ہے
یہ نگر تو مرتبہ لوٹا گیا

خیکست و فتح نصیبوں سے ہے وکے اے تیر
مقابلہ تو دل نا آرائی نے خوب کیا

در پئے خون میتھے ہی نہ رہو
ہو بھی جاتا ہے جرم آدم سے